OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com. DOI: 10.5281/zenodo.10072432

سورۃالاعراف میں قوم نوح اور موسیٰ کے کردار کا تحقیقی مطالعہ (عصر حاضر کے تناظر میں)

A research study of the roles of Prophets Noah and Moses Peoples in Surah Al-A’raf (In contemporary perspective)

Muhammad Tariq

Received on: 02-01-2023 Accepted on: 05-02-2023

Abstract

There are mentions a series of stories of numerous prophet’s people’s role in different chapters (surah’s) of Quran related to different aspects of life i.e., creed, ideologically, spirituality, worship, ethics, code of conducts, social justice and dealing in society as a result of disbelieving their prophets and God commands. As peoples of both prophets Noah and Moses were badly plunged in depravity and sins. In such circumstances God sent and charged prophets with duty to preaching their ,advising them to avoid and abandon idolatry and only to worship God. At the same time prophets also asked their peoples to call for repentance for forgiveness and promised them of glad tiding from God side. Prophets also warn their peoples result of disbelieving God commands. Allah (SWT) put and setup a lesson of such disbelievers as well for their disbelieving role for Remainer and later. Prophets Noah and Moses peoples are amongst such peoples stories whose role mentioned in Surah Al-A’raf as Allah inked in Quran. This research is based on exploring different life segments of peoples of prophet Noah and Moses related to their peoples creeds, worships, dealings and social and moral behavior in contrast present scenario in order to find results and impacts of denying and rejecting life revealed universal laws and get a lesson from such stories and mould ours life toward right way and path in various version of like including religion ,worship, economics, dealing ,code of conduct and social behavior .

Keywords: Quran, Peoples, Al-A’raf, Role, Prophets, Noah, Moses, Contemporary era

تعارف

قرآن حکیم اانسانوں کی رہبری کے لیے ایک ایسی ابدی روشن مینار ونور کتاب ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ذریعے انسانوں کی کامیابی یا ناکامی کا معیار فطری اصولوں کو میعار اور پیمانہ قرار دیااور احکام الہی کی پاسداری یاانحراف پر خداوندی نظام اعمال احتساب، عدل و ظلم، جزاوسزا کے واقعات کو صاف وصریح بیان کرتی ہے۔قرآن حکیم میں قصص الالانبیاءاور ان کی اقوام کے حالات کو متنوع انداز میں بیان کرکے قوانین الٰہیہ کی حجت اور ضوابط کوایک معیار اور کسوٹی قرار دیا، کہ انحراف اور پاسداری کی صورت میں نظام قدرت سابقین کے ساتھ کیسارہا اور متتابعین کے لیے کیادروس ونصائح پائے جاتے ہیں اوران سے عبرت حاصل کرکے صالح اعمال کے ساتھ رجوع الی اللہ کیا جائے۔جس کا

اشارہ ذیل کی آیت سے ہوتا ہے:

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ

"اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے جب تک ان کے مرکزی شہر میں رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور ہم شہروں کو ہلاک کرنے والے نہیں ہیں مگر (اسی وقت) جب ان کے رہنے والے ظالم ہوں"[1]

متعلقہ آیت میں اللہ نے اپنی سنت کے ضابطہ بیان کیا ہے، جو کتاب الٰہی میں کئی مقامات پر آیا ہے، جس سے اقوام کے ساتھ فطری رویہ کو عیاں کیا ہے، کہ انحراف اصول کے اثرات اور ان کے بھیانک نتائج کیا ہوتے ہیں۔ ایک اور جگہ یوں فرمانِ خداوندی ہے:

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ

"یہ اس لیے ہے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا جبکہ ان کے لوگ بے خبر ہوں"[2]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض انسانی خواہشات اور مقصد حیات سے غفلت انفرادی و اجتماعی زندگیوں کے فطری نظام کو نہست و نابود اور بوسیدہ کر دیتا ہے۔ جس کے اثرات سماج کے ہر فرد کو متاثر کرتا ہے۔ اقوامِ انبیاء سے نمایاں طور پر ظاہر ہوتا ہے مبعوث انبیاء کے وقت اکثر اقوام انبیاء کی، افعال، احوال، کردار، شرک، مشرکانہ رسومات اور اعمال کے لحاظ سے منکرات کی دلدل اور اس کی آبیاری میں پیرا عمل تھیں، جس سے وہ اللہ کے غضب کی مستحق اور انحراف کی صورت میں اپنے منطقی انجام کو نہ صرف پہنچیں بلکہ دوسروں کے لیے نشان عبرت بھی ٹھہریں۔ ان قوموں کے جواز تنبیہ اور ہلاکت سے قبل اللہ کا قانون اتمام حجت لاگو ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى

"اور اگر ہم انہیں رسول کے آنے سے پہلے کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو ضرور کہتے: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے تیری آیتوں کی پیروی کرتے؟"[3]

انہی اقوام کے کردار اور ان کے زندگی کے نمایاں میں قوم نوحؑ اور موسیٰؑ کا تذکرہ نمایاں احوال کے ساتھ ملتا ہے۔ اس تناظر میں یہ ضروری ہے کہ ان اقوام کے کردار کی تحقیق سے قبل ان کا جغرافیائی محل جائے وقوع بیان کیا جائے۔ اسی نسبت سے اس بیان کو دو حصوں میں منقسم کیا جاتا ہے۔

1۔ قوم نوحؑ کا جغرافیائی محل جائے وقوع اور کردار کی تحقیق و تجزیہ

2۔ قوم موسیٰؑ کا جغرافیائی محل جائے وقوع اور کردار کی تحقیق و تجزیہ

1۔ قوم نوحؑ کا جغرافیائی محل جائے وقوع

تاریخی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت نوحؑ جس قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے، وہ عراق اور اس سے شمالاً جنوباً ملحقہ علاقے جیسے اہل فدان اور "اور" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے آباد تھیں۔ اس کے علاوہ کچھ بستیاں دریائے دجلہ اور فرات کے کنارے اور ارد گرد بھی

آباد تھیں۔ اکثر مورخین کی تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہی عراق قوم نوحؑ کا مسکن تھا، جو بظاہر مہذب لیکن عقائد و عبادات میں گمراہی، فسق وفجور اور شرک کے مرض میں مبتلا اپنی مثال آپ تھے۔[4]

1۔ قوم کے کردار کے نمایاں پہلوؤں کی تحقیق و تجزیہ

قرآن مجید میں مختلف انداز سے نوحؑ کا تذکرہ ملتا ہے، مگر بااعتبار ایک داعی اور نبی جس قوم کی طرف جس مقصد کی دعوت اور معرفت کے لیے بھیجے گئے اس سے عیاں ہوتا ہے کہ اس وقت قوم میں نافرمانیاں، سرکشی اور منکرات زندگی میں اتنی سراہت کر چکی تھیں کہ ان کا قلع قمع یا تو عذاب الٰہی کی شکل میں ان کو نیست و نابود کرنا یا کوئی ان ہی میں سے داعی مبعوث فرما کر ان کو ہدایت ورشد سے نوازہ جاتا۔ تاہم قوم نوحؑ کے کردار میں انفرادی واجتماعی طور پر مندرجہ ذیل منکرات موجود تھے۔

- **شرک کا قبیح فعل**
- **فساد فی الارض**
- **اخلاقی منکرات**

•شرک کا قبیح فعل

قرآن حکیم اور انسانی تہذیب و تمدن کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے، کہ کرہ ارض پر انسانی تخلیق کے بعد صالح نظامِ زندگی گزارنے کے لیے انبیا کا جو سلسلہ جاری کیا تھا، ان میں نوحؑ کے قوم کی طرف مبعوث ہونے میں کئی اسرار و رموز کے علاوہ کئی ایسے واقعات واسباق مضمر ہیں کہ بعد میں آنے والوں کے لیے اللہ نے کلام الٰہی میں اس کا تذکرہ کیا، تاہم قوم میں سب سے زیادہ جس فعل میں مبتلا اور ارتکاب کا شکار تھی وہ شرک تھا۔ جس کی ابتداء کے بارے میں مفسریں کا اتفاق ہے کہ اس قبیح فعل کی نشوونما اور آبیاری بھی اسی قوم سے ہوئی۔ متعدد آیات قرآنیہ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ کس طرح نوحؑ نے اس مذموم فعل کے ارتکاب سے منع کرنے کی تبلیغ کی اور توحید کو اپنا کر اعمال صالح کو اختیار کرنے کی طرف دعوت دی۔ جس کے بعد قوم کا ردعمل کو بھی اسی طرز اور منہج کو بیان کیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

"بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ بے شک میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔ اس کی قوم کے سردار بولے: بیشک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں"[5]

مفتی شفیع نے اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں بیان کیا ہے کہ دعوت الی اللہ کی طرف تبلیغ دینا تمام انبیا کا مشترک کام تھا تاہم شریعت اور احکامات ہر نبی کے الگ تھے، تاہم نوحؑ کو جب قوم کی طرف مبعوث کیا گیا تو قوم پہلے ہی سے غیر اللہ معبودوں کو نہ صرف تسلیم کر چکی تھی، بلکہ ان کی عبادات کو بھی زندگی کا مقصد بنالیا تھا۔ نوحؑ نے قوم کو توحید کی دعوت دی اور بتوں کی پوجا کرنے سے منع کیا، چونکہ قوم

امراء، اشرافیہ اوراس کے سردادرں نے اپنے زمانے کے نیک لوگوں کی مورتیاں بنا کر ان کو پوجا کرتے تھے اور انہی کے ساتھ نظام زندگی کے مختلف شعبوں کے تسلسل کو جوڑا ہوا تھا۔ بجائے دعوت کو قبول کرنے اور جس گمراہی اور فعل پر جمے زندگی بسر کر رہے تھے کے انہوں نے مخالفت میں نبی ہی کو جھٹلایا اور صریح ملتزم ٹھہرایا۔[6]

قرآن نے ان کے اس قول کی نفی صراحت کے ساتھ بیان کی اور ساتھ یہ بھی وضاحت کی کہ نبی تمہارا خیر خواہ اور من جانب اللہ توحید کے پیغام کی ذمہ داری کو پہنچانے کے لیے بھیجے گئے۔ ارشاد ربانی ہے:

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

"فرمایا: اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی نہیں لیکن میں تو ربُّ العالمین کا رسول ہوں۔ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے۔ اور کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تمہیں میں سے ایک مرد کے ذریعے نصیحت آئی تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور تاکہ تم ڈرو اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے"[7]

اس کے باوجود جب قوم نے انکار کیا تو قانون اتمام حجت قائم ہونے کے بعد اللہ نے دستور سنت سے ان کو منطقی انجام سے نوازہ۔ جس کا ذکر اس آیت سے ملتا ہے۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ

"توانہوں نے نوح کو جھٹلایا تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے سب کو نجات دی اور ہماری آیتیں جھٹلانے والوں کو غرق کر دیا بیشک وہ اندھے لوگ تھے"[8]

اعتقادی تجزیاتی نکات اور عصر حاضر

قوم نوحؑ اور معاصری سماج کے اعتقادی وعباداتی پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے تو مماثلت ملتی ہے، لیکن زمانے اور احوال کے اعتبار سے اور انسانی تہذیب تمدن رسم ورواج اور جغرافیائی حالات میں تغیرات کی وجہ سے ہر دور میں ہر سماج اور قوم کا یہ زاویہ دوسروں سے قدر مختلف رہا، جیسے قوم نوحؑ کے اعتقادی کردار میں یہ نمایاں تھا کہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے بزرگان دین کی مورتیاں بت کی شکل میں بنا کر اس کی پوجا اور پرستش کرتے تھے، تاہم معاصر میں اگرچہ عوام بزرگوں کی مورتیاں بنا کر پوجا تو نہیں کرتے لیکن ان کی عقیدت اور ان کی شخصیت کی پیروی میں اس قدر راسخ اور جڑ گئے کہ اصل دین ان کی زندگی سے مسخ نظر آتا ہے اور ان افعال کی عملی تصویر بن گئے جو شرک اور بت پرستی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ اور ان سے ہی شرک کی ابتداء ہوئی۔

- **فساد فی الارض:**

قوم نوحؑ کے احوال اور منکرات کردار میں ایک کردار فساد فی الارض بھی تھا کہ وہ دعوت کی نہ صرف انفرادی انکار کرتے تھے بلکہ جہاں تک

ممکن ہوتا تھا دوسروں کو ساتھ ملا کر دعوت نبی کے خلاف اکسا کر بتوں کی عبادات کی طرف مائل کرتے تھے کہ جس دین پر ہم نے اپنے آباو اجداد کو عمل کرتے ہوئے پایا ہے، اس کو چھوڑ کرنے دین کو کیسے اختیار کریں۔ انہیں مذہبی حمیت وعصبیت کا جنون دلا کر اپنے بتوں کی پیروی پر قائم رہنے کی تلقین کرتے تھے، اور یوں پورا قبیلہ، قوم اور سردار حق کے سامنے اسی دلیل کو بنیاد بنا کر عمل کرتے تھے جس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے، ارشاد ربانی ہے:

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۢ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ

"تو اس کی قوم کے کافر سردار کہنے لگے: ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی سمجھتے ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف ہمارے سب سے کمینے لوگوں نے سرسری نظر دیکھ کر بغیر سوچے سمجھے کر لی ہے اور ہم تمہارے لئے اپنے اوپر کوئی فضیلت نہیں پاتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں"[9]

تجزیاتی نکات فساد فی الارض اور عصر حاضر

یہ امر فطرت ہے کہ عقائد انسان کی زندگی میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں، اعمال اور دیگر انفرادی واجتماعی امور کا انحصار اور انجام پانا ان عقائد ہی کا مرہون منت ہوتا ہے۔ ورنہ انفرادی واجتماعی فساد سماج میں جنم لیتا ہے، شرک فساد فی الارض کی جڑ ہے، قوم نوحؑ اس کی زندہ مثال ہے، انہوں نے جب مختلف بت تراش کر ان کی پرتش شروع کی تو ہر گروہ دوسرے عبادات، عقیدت اور پوجا کرنے میں نمایاں تصور کرتا تھا، ود والے سواع والوں سے اپنے آپ کو بہتر عبادت گزار اور اسی طرح ہر دوسرا پہلے کو کم تر سمجھتا تھا، جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ پانچ گروہوں میں منقسم ہوگے اور دوسروں کو بھی اسی کی طرف دعوت دینے لگے اور یوں فساد کا سلسلہ ایک دوسرے کو حقیر منوانے پر شروع ہوا، جو تسلسل سے آج تک جاری ہے اور معاصر میں بھی اس مماثلت کی عملی تطبیق سماج میں عیاں ہے، کیونکہ جب کوئی قوم، فرد یا معاشرہ شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس سے عقائد و نظریات اور اس کے نتیجے میں لازمی طور پر فطری صراط مستقیم اعمال، افکار، اخلاق، معاملات ومعاشرت میں منحرف ہو جاتے ہیں اور یوں سماج کو بنیادی فطری عقائد ی ڈھانچہ مانند پڑ جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ مذہبی تعصب، فرقہ واریت، مسلکی منافرت وغیرہ کی شکل میں عیاں ہے، جس کا سب سے بڑا نقصان قوم وملت کا شیرازہ بکھر گروہوں اور جماعتوں میں بٹ جانا ہے۔

اخلاقی منکرات:

قوم نوحؑ کا قبولیت انکار وعظ ونصیحت اور نوحؑ کے ساتھ اپنے معبودوں کے بارے میں مکالمے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم اخلاقی اقدار کے لحاظ سے بھی دیوالیہ اور کھوکھلی ہو چکی تھی جس کا اندازہ اس مناظرہ سے بھی کیا جاسکتا ہے، جب نوحؑ نے یہ کہا کہ یہ بت نہ تمہارے رزق، موت وحیات، مشکل کشا، حاجت روا اور نہ کسی نفع ونقصان کے مالک ہیں ان کی پرتش کو چھوڑ کر ایک واحد ذات کے بن جاؤ تو انہوں نے اس کے جواب میں نبی کے مقام کو بالائے طاق رکھتے ہوئے نبی کے متعلق خود بھی اور قوم کے دیگر لوگوں کو بھی یہ باور اور گمان

کرایا کہ یہ گمراہی اور جھوٹے پن کا شکار ہے اور کمتر بات کر کے ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہے۔ جیسا کہ ذیل آیت سے ان کی انحراف دعوت اور اخلاق رزیلہ منکشف ہوتا ہے۔

وَمَا نَرٰی لَکُمۡ عَلَیۡنَا مِنۡ فَضۡلٍۭ بَلۡ نَظُنُّکُمۡ کٰذِبِیۡنَ

"اور ہم تمہارے لئے اپنے اوپر کوئی فضیلت نہیں پاتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں"[10]

تجزیاتی نکات اخلاقی منکرات اور عصر حاضر

قوم نوحؑ اخلاقی نقطہ نظر سے بھی بے اعتدالی کا روش اپنائے ہوئے تھی۔ مادیت اور نفسانی خواہشات سے ان کی ذہنیت مزین تھی ان کے اعتقادی پہلوؤں کی دقیق و عمیق جہتوں کی کڑیوں سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ وہ کس حد تک اخلاقی صفات میں تنزلی اور تذبذب کا شکار تھے ان کہ انفرادی واجتماعی زندگی کے کئی نکات اس کی عکاسی کرتے ہیں جیسا کہ دعوتِ نوح کے جواب میں قوم کا ردعمل اور نسلی و مسلکی بنیادوں پر حق کو جھٹلانا اور اس سے پردہ پوشی کرنا اس کی واضح دلیل ہے، قوم کا جمودی اور سکنت جواز تقلید آباواجداد اور پھر لفظ " نَظُنُّکُمۡ کٰذِبِیۡنَ" سے یہ استدلال اور بھی قوی بن جاتا ہے کہ وہ جہالت، لاعلمی، فہم وادراک کی کمی، تمسخر، ہنسی مذاق کے علاوہ تکذیب رسالت و انبیاء کے انکار میں حد سے گزرنے والے تھے، تاہم معاصر سماج بھی اسی طرح کا منظر پیش کر رہا ہے، مادیت پسندانہ سوچ، مذہبی تعصبانہ رویہ، دین ومذہب کی اصل روح سے لاعلمی، مشائخ و کبائر کی اندھی تقلید ہر طرف عیاں ہے۔ جس کا پھل منافرت، ذہنی پستی، عدم برداشت ورواداری کی صورت میں نمودار ہو رہا ہے۔

2۔ قوم موسیٰؑ کا جغرافیائی محل جائے وقوع اور کردار کی تحقیق و تجزیہ

قوم موسیٰؑ کا جغرافیائی محل جائے وقوع

آسمانی صحائف اور تاریخی کتب کی تحقیق سے یہ علم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ جس قوم کی طرف مبعوث کیا گیا، وہ مصر میں مقیم تھی۔ مصر کے تاریخی پس منظر سے بھی یہ بات وضاحت سے عیاں ہے کہ جس وقت موسیٰؑ مبعوث ہوئے اس وقت فرعون تحت نشین تھا اور اس نے اقلیتی نبیادوں کے تحت بنی اسرائیل جو پہلے جاسان شہر میں مقیم تھی بعد میں مصر آئے تو ان کو غلام بنائی لیا تھا، ابن خلدون کے نزدیک مصر پر فرعونیوں کی حکومت کے تسلسل کے آخری حاکم کے زمانے میں جب قطبیوں نے مہاجر فلسطینی باشندوں کو اقلیت کی طرز پر زندگی گزارنے اور حد سے زیادہ ظلم کرنا شروع کیا تو اللہ نے موسیٰؑ کو اسی سرزمین میں فرعون حاکم کی طرف بھیجا۔[11]

2۔ قوم کے کردار کے نمایاں پہلوؤں کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

- **بلحاظ مشرکانہ اعتقاد و عبادات**
- **مسلکی، نسلی و فرقہ ورانہ تقسیم**
- **قومِ موسیٰ کا اخلاقی کردار**

• بلحاظ مشرکانہ اعتقاد و عبادات

سورۃ الاعراف اور دیگر آیات قرآنیہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ قوم موسیٰ میں ہر لحاظ سے بالخصوص اعتقاد، عبادات، معاملات، ارتقا انحطاط، ثقافتی، سیاسی تغیر ، و تبدل اور باہمی سماجی رسم و رواج کا غبار نظر آتا ہے اور سماجی لحاظ سے تو قوم کا یہ عالمیہ تھا کہ غلامی کا طوق ان کا زیور بنا ہوا تھا۔ اس کیفیت اور حالت زاری کے پس پردہ حقائق کا خاتمہ کے لیے اور قانون فطرت کو سمجھانے کے ساتھ اس کی عملی تطبیق حاکم وقت فرعون اور سماج کے امراء کی طرف اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو مبعوث فرمایا۔

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَ هٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ىٕهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ

"پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف اپنی نشانیاں دے کر بھیجا تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے"[12]

مفتی محمد شفیع نے اس آیت کے ذیل میں یہ وضاحت بیان کی ہے کہ بنی اسرائیل قوم ایک عرصے تک ظالم و جابر حکمران کے زیر اثر رہی اور غلامانہ ذہن کی طرز پر زندگی گزرانے کی وجہ سے اعتقادی، فعلی، قولی اور عبادات میں اس قدر پستی و بدخالی کا شکار تھے کہ اپنے عام فہم و فراست سے بھی عاری تھے۔

مذکورہ آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اعتقادی نقط نظر سے اندھا پن اتنا سراہت کر چکا تھا کہ فرعون رعایا سے بحثیت رب کے پیش آتا تھا اور رعایا محکومانہ اور مقہورانہ زندگی گزارنے کے ساتھ ساتھ اتنے عاجز و ناتواں تھے کہ اس کے علاوہ کوئی سہارہ اور امید نہ تھی ماسوائے پیروی کرنے کے اور من و عن اسی کی بات کو مانا جائے۔ تاہم علاوہ ازیں فرعون کے اس کے درباری اور اقرا پروری میں مختلف قبائل کے سردار بھی دعوت کے نہ صرف مخالف رہے، بلکہ وہ گمراہی اور سرکشی میں مزید اتنا آگے بڑھے کہ فرعون اور رعایا کو یہ یقین دہانی دلائی کہ یہ سب تمہارے دین جس پر عمل کرتے ہوئے آباواجداد پایا اس سے پھیرنے اور لاتعلق کرنے کی کوشش ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ لوگ کفر اور نافرمانی کی تقلید میں کس قدر جمود کا شکار تھے اور اسی کی پیروی کے نہ صرف قائل تھے، بلکہ اس کے خلاف کسی بھی قسم کی کوئی روش برداش کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ وہ داعی کی ان تمام نشانیوں کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کے باوجود بجائے صراط مستقیم پر آنے کے مزید فسق و فجور میں مبتلا ہوگے۔ جس کا بیان ذیل کی آیت سے ملتا ہے۔

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌؕ-اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَ لَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًاۘ-اِتَّخَذُوْهُ وَ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ. وَ لَمَّا سُقِطَ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ وَ رَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْاۙ-قَالُوْا لَىٕنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَ يَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

"اور موسیٰ کے پیچھے اس کی قوم نے اپنے زیورات سے ایک بے جان بچھڑے کو (معبود) بنالیا جس کی گائے جیسی آواز تھی۔ کیا انہوں نے یہ نہ

دیکھا کہ وہ (بچھڑا) ان سے نہ کلام کرتا ہے اور نہ انہیں کوئی ہدایت دیتا ہے؟ انہوں نے اسے (معبود) بنالیا اور وہ ظالم تھے۔ اور جب شرمندہ ہوئے اور سمجھ گئے کہ وہ یقیناً گمراہ ہوگئے تھے تو کہنے لگے: اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ فرمایا اور ہماری مغفرت نہ فرمائی تو ہم ضرور تباہ ہو جائیں گے"[13]

مذکورہ آیت کی تشریح میں مفتی شفیع نے یہ وضاحت کی ہے کہ باوجود دعوت وحدانیت دینے کے قوم کی اکثریت تقلید شرک میں اعتقاد اور پوجا کرنے کی غرض سے وہ بہت زیادہ حد سے گزرنے والے تھے اور انہوں نے اپنے ہاتھوں سے ایک شکل بنا کر اسی ہی کو ملجا و ماویٰ مان کر عبادت کا مرکز بنالیا تھا۔ یہ بات ان پر نہ تو شاق اور نہ ہی گراں گزرتی تھی بلکہ وہ اس کی پوجا ہی کو نجات اور قادر مطلق تصور کرتے تھے اور اسی سے حاجتیں اور مرادوں کو پورا ہونا سمجھتے تھے وہ پرورش کے معاملے ہی میں اپنے آقاؤں کو رب سمجھ رکھا تھا، اور بالآخر مشرک ٹھہرے ،تاہم بحث و مباحثہ کے بعد ان کو اپنے مذموم فعل پر ندامت واحساس ہوا تو رجوع الی اللہ کی طرف مائل ہوگئے تھے۔

اس آیت کے ظاہر نص سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی حد تک ان کے ہاں وحدانیت کا رجحان موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دکھلا کر دعوت کو بجائے قبول کرنے کے تکذیب اور جھٹلا کر یہ رد عمل ظاہر کیا کہ نشانیاں محض سحر و جادو کے سوا کچھ نہیں ہے، ان کے اس انکار کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا، ارشاد ربانی ہے:

قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ

"تو جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو کہنے لگے: بیشک یہ کھلا جادو ہے۔ موسیٰ نے کہا: کیا تم حق کے بارے میں یہ کہتے ہو جب وہ تمہارے پاس آیا؟ کیا یہ جادو ہے؟ اور جادوگر فلاح نہیں پاتے"[14]

قوم موسیٰ کے واضح دلائل دینے کے انہوں نے اس حق کو محض شعبدہ بازی اور جادو قرار دیدیا، جبکہ موسیٰ ؑ نے ان کو اللہ کی طرف نشانیاں سمجھا کر دعوت الی اللہ کیطرف بلایا۔

ایک اور آیت میں ان کے اس قسم کے بے جا دلائل اور جواز انکار قبولیت حق ملتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ

"انہوں نے کہا: آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ ہمیں اس (دین) سے پھیر دیں جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور زمین میں تم دونوں کی بڑائی ہو جائے اور ہم تو تم پر ایمان لانے والے نہیں"[15]

دعوت کے حجت اتمام اور اس کے بعد ان کے انجام سے پہلے اللہ نے فرعون کی کفیت کو اس آیت میں یوں بیان کیا۔ ارشاد خداندی ہے:

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ

"فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ غلبہ پائے ہوئے لوگ تھے"[16]

عمومی طور پر اس آیت سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ حاکم و معاون مصر اس وقت قدرتی وسائل کی فروانی، ناانصافی کے علاوہ جبر و قوت کے

گھمنڈ میں کتنے قوی تھے۔

• معاصرانہ تحقیق مشرکانہ اعتقاد و عبادات

بنی اسرائیل کی سماجی تحقیق سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قوم موسیٰ کی اکثریت جس ظلم و بربریت کے زیر اثر زندگی بسر کررہے تھے معاصر سماج میں ان کی اعتقادی، عباداتی، معاشرتی اور اخلاقی مشرکانہ طرز زندگی کی مشابہت وتمثیل کی مماثلت پائی جاتی ہے۔ سابقین کی اندھی تقلید، صراطِ مستقیم کے منافی امور اوران کی سماجی زندگی میں عملی تطبیق، دین کی اصل سے بیزاری، رسمی مشائخ، مذہبی پیشوااور کبائر کو سر خم کرکے امام تسلیم کرنا، غیر اللہ کی متنوع اقسام کو حاجت روا، مشکل کشا، پیشواؤں کی قبور کو بوسہ وسجود کا دینار وحانیت کی تسکین اور مسکن ٹھہرانا، عدم برداشت، مذہبی تعصبانہ جنونیت، بدعتی رسومات کا فروغ، فکری انحطاط واستحصال، سرکشی بغاوت، مختلف موقعوں پر جاہلانہ تہذیبی وثقافتی کی پیروی ہر طرف عیاں اور عکاسی ہورہی ہے۔

• مسلکی، نسلی وفرقہ ورانہ تقسیم

بنی اسرائیل کے تحقیقی مطالعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ قوم موسیٰ میں مصریوں اور قطبیوں میں کئی پہلوؤں میں مماثلت پائی جاتی تھی تہذیب و تمدن اور دیگر اجتماعی رسومات وغیرہ، تاہم فرعون اور اس کے درباریوں نے رعیت کو مختلف گروہوں میں تقسیم کرر کھا تھا۔ جس کی اساس درباریوں کی قطبیوں کے لیے تنگ نظری، فکری انحطاط اور ارتدال، مذہبی متعصانہ رویہ تھا، جس کا اندازہ غیر دانستہ طور پر موسیٰؑ کے ہاتھوں ایک قطبی کا ہلاک ہونا ملتا ہے، جس کا ذکر
فرقان حمید میں بھی ملتا ہے، ارشاد ربانی ہے:

فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۗ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ

"پس موسیٰ نے اس کے گھونسا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا۔ (پھر) فرمایا: یہ شیطان کی طرف سے ہوا ہے۔ بیشک وہ کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے"[17]

اس کے بعد موسیٰ کے خلاف انتقام کی جو مہم اور منصوبہ بندی کی گئی، مسلک اور تعصبانہ رویہ ہی وجہ سے کیا گیا۔ اسی طرح جب تک موسیٰؑ مبعوث نہیں ہوئے تھے اس سے قبل اور مابعد بھی ایک عرصے تک اسرائیلی قوم کے ساتھ سلوک اقلیت، مسلکی اور فرقہ ورانہ بنیادوں ہی کا مرہون منت تھا۔

• قومِ موسیٰ کا اخلاقی کردار

دعوتی مشن کی مہم کے دوران پیش آنے والے واقعات میں نمایاں واقعہ کردار قوم کے رویوں کو برداشت کرکے تکمیل ذمہ داری کو پنچانا بھی شامل تھا۔ اخلاقی خدوخال کے لحاظ سے بھی قوم پستی کا شکار تھی، کیونکہ فرعون کے ظلم سخت رویے اور دبدبے کی وجہ سے رعایا اور عام شہری کسی طرح بھی مخالفت اور ذاتی رائے دہی کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ جس کا تذکرہ فرعون کا موسیٰ کا جادوگروں سے فتح کے بعد بنی اسرائیل

کے حق میں اقدام اپنے درباریوں اور اقرباپروی کرنے والوں کے زریعے اٹھایا گیا۔ جس کا ذکر کتاب الٰہی نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَ جَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ

"اور (پھر) جادو گر فرعون کے پاس آ گئے تو کہنے لگے: اگر ہم غالب آ گئے تو (کیا) ہمارے لئے یقینی طور پر کوئی انعام ہو گا۔ (فرعون نے) کہا: ہاں اور بیشک تم تو (میرے) قریبی لوگوں میں سے ہو جاؤ گے"[18]

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ

"فرعون نے کہا: تم اس پر ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں۔ یہ تو بہت بڑا دھوکہ ہے جو تم نے اس شہر میں کیا ہے تاکہ تم شہر کے لوگوں کو اس سے نکال دو تو اب تم جان جاؤ گے۔ میں ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا پھر تم سب کو پھانسی دے دوں گا"[19]

وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَ قَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ يَذَرَكَ وَ اٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَ نَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ

"اور قومِ فرعون کے سردار بولے: کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو اس لیے چھوڑ دے گا تاکہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں اور وہ موسیٰ تجھے اور تیرے مقرر کئے ہوئے معبودوں کو چھوڑے رکھے۔ (فرعون نے) کہا: اب ہم ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور ان کی بیٹیاں زندہ رکھیں گے اور بیشک ہم ان پر غالب ہیں"[20]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم کے کردار میں مذموم اور قبیح افعال کردار انسانیت سوز فعل میں زندہ درگور کرنا، فسق و فجور، عورتوں اور بچوں کو غلام بنا کر کھیتی باڑی کا کام کروانا، باہمی قبائلی تعصبات و گروبندی، اپنے باپ دادا کی رسومات کی تقلید میں جمودی رویہ، حاکم وقت کو الہ ماننا جیسے گناؤنے افعال ان کی روح میں سراہت کر چکے تھے اور اسی روش کو زندگی کا حصہ بنالیا تھا۔

معاصرانہ اخلاقی اقدار کی تحقیق و تجزیہ

عقائد و عبادات کے ساتھ ساتھ اخلاق اقدار بھی انفرادی و اجتماعی سماجی زندگی میں اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ تاہم وقت، حالات اور جغرافیائی تغیرات کے لحاظ سے ہر سماج اور اس میں رہنے والے باشندوں کا رسم و رواج اور باہمی سماجی رسومات جداگانہ ہوتے ہیں، اس لیے جب اخلاقی سطح ماند اور کمزور پڑ جاتی ہے تو معاشرتی انحطاط میں افراط و تفریط کی شرح میں اضافہ کے ساتھ ساتھ اس کا شیرازہ بھی بکھر جاتا ہے۔ قوم موسیٰ کے اخلاقی کردار اور معاصر موازنہ میں کافی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے، جیسا کہ اخلاقی نوعیت کے مختلف پہلوؤں متنوع اقسام کی اشکال سماج میں عیاں ہے، نظریاتی دوری، اخلاقی و روحانی بحران، انصاف و قانون کا فقدان، کرپشن و بدعنوانی کا المیہ کے علاوہ نوجوانوں میں تساہل

وتغافل پسندی کارجحان، مذہبی عدم برداشت سے لیکر معاشرتی ومعاملاتی لیول تک امور میں عدم احساس ذمہ داری، تعصبات، معاشی مار دھاڑ، انتہاپسندی کارجحان، اناپرستی، مادہ پرستی وغیرہ جیسے افعال سرعام ہیں۔

خلاصہ کلام:

کتب تاریخ انسانیت اور کتب سماویہ میں قصص اقوامِ انبیاء میں سب سے ذیادہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے زریعے جس کبیرہ اور قبیح گناہ سے دوری اور ممانعت کاذکر کیاوہ شرک رہا، شرک کی قباحت ہر نبی کی قوم کاایساوطیرہ رہاکہ نبیوں کی دعوت کے باوجودان کی اقوام اس فعل سے بازنہ آئیں، بلکہ اس سے ذیادہ اپنے، سابقین، اسلاف وآباواجداد، قوم کے سرداروں امراءاور مذہبی رہبروں کی اندھی تقلید کے طرز زندگی پر قائم رہے، اوریوں قانون فطرت کاانحراف کرکے اپنے منطقی انجام کو پہنچے۔ معاصر معاشرہ بھی سابقین کی روش کواختیار کیے ہوئے ہے میں بہت سے امور میں (عقائدوعبادات، معاملات، معاشرت ثقافت، سیاست اوراخلاق) اور دیگر زندگی کے شعبوں کے موقعوں پر مذکورہ انفرادی و اجتماعی شریعت کے خلاف رسم ورواج کی پیروی کرنے میں عمل پیراہیں۔ اوراس کی حجت کو قائم رکھنے میں ایسی ہی دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہمارے بڑے برسوں سے ان ہی امور کو کرتے آئے ہیں اور ہم بھی انہی کے طریقے پر چل رہے ہیں حالانکہ جوکام شریعت کے خلاف ہے اوراس کے جواز کی کوئی صورت نہیں تواس کا برسوں سے ہوتاآنااورآباؤاجداد کااپنی جہالت کی وجہ سے اسے کرتے رہنااسے شریعت کے مطابق نہیں کرسکتا، اورجو خلاجنم لے رہاہے وہ منافی اصل ہے، جیسے دین کی اصل روح پر عمل کرکے ہی پوراکیاجاسکتاہے۔

حوالہ جات

1۔ سورۃالقصص 28/59

2-سورۃالانعام 131 /6

3-سورۃ طٰہٰ 20/134

4-عبدالرحمٰن، ابن خلدون، تاریخ، نفیس اکیڈیمی، کراچی، 2011، ج2ص270

5۔ سورۃالاعراف 7/59

6-محمد شفیع، معارف القرآن ادارہ معارف، کراچی، 2012، ج3ص131

7-سورۃالاعراف 7/63

8-سورۃالاعراف 7/64

9-سورۃھود 11/27

10۔ سورۃھود 11/27

11۔ عبدالرحمٰن، ابن خلدون، تاریخ، نفیس اکیڈیمی، کراچی، 2011، ج4ص96

12-سورۃ یونس 10/75

13-سورۃالاعراف 7/149

14-سورۃ یونس 10/77

15سورۃ یونس 10/78

16۔سورۃھود11/97

17۔سورۃالقصص15/28

18-سورۃالاعراف114۔7/113

19-سورۃالاعراف123۔7/122

20-سورۃالاعراف7/127

References

1. SurahAl-Qass 59/28
2. Surah Al-Anam 131 /6
3. Surah Taha134/20
4. Abdul Rahman, Ibn Khaldun, Tarikh, Nafis Academy, Karachi, 2011, vol. 2, p. 270
5. Surah Al-Araf 59/7
6. Muhammad Shafi, Ma'arif al-Qur'an, Karachi, 2012, vol. 3, p. 131
7. Surah Al-Araf 63/7
8. Surah Al-Araf 64/7
9. Surah Al-Hud27/11
10. Surah Al-Hud27/11
11. Abdul Rahman, Ibn Khaldun, Tarikh, Nafees Academy, Karachi, 2011, vol. 4, p. 96
12. Surah Yunus 75/10
13. Surah Al-Araf 149/7
14. Surah Yunus 77/10
15. Surah Yunus 78/10
16. Surah Al-Hud97/11
17. Surah Al-Qass 28/15
18. Surah Al-Araf 114. 113/7
19. Surah Al-Araf 123. 122/7
20. Surah Al-Araf 127/7